



اِندرا پریہ درشنی

مصنف : الکا شنکر



اِندرا پریہ درشنی

مصنف : الکا شنکر
مترجم : عتیق مظفر پوری

چلڈرن بک ٹرسٹ ☆ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ☆ بچّوں کا ادبی ٹرسٹ

اس کتاب میں شامل تصویریں درج ذیل ذرائع سے حاصل کی گئیں:-
نہرو میموریل میوزیم اور لائبریری، نئی دہلی۔
فوٹو ڈویژن، وزارت اطلاعات و نشریات، نئی دہلی۔
این تھیاگراجن، چیف فوٹوگرافر، ہندوستان ٹائمز، نئی دہلی۔

پہلا انگریزی ایڈیشن : 1986
پہلا اردو ایڈیشن : مارچ 2001
تعداد اشاعت : 3000

قیمت : 45.00 روپے

This Urdu edition is published by the National Council for Promotion of Urdu Language, M/o Human Resource Development, Department of Education, Govt. of India West Block-I, R.K. Puram, New Delhi, by special arrangement with Children's Book Trust and Bachchon Ka Adabi Trust, New Delhi and printed at Indraprastha Press (CBT), New Delhi.



وزیر اعظم

نئی دہلی

27 اکتوبر 1986

محترم جناب شنکر پلے

آپ کے 23 اکتوبر 1986 کے خط کا شکریہ۔

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ 'چلڈرن بک ٹرسٹ' اندرا جی کے اوپر ایک کتاب شائع کر رہا ہے۔ بچپن سے اُن کا ایک ہی مقصد تھا۔ ملک کی خدمت کرنا، اور ایک لگن تھی، ملک پر فخر۔ وہ چاہتی تھیں کہ ہندوستان اپنی کمزوریوں کو ترک کر کے علم اور بیداری کی راہ پر چلے اور دنیا کو اپنا تعاون دے۔ وہ ہر اُس چیز کے خلاف لڑیں جو ہندوستان کو کمزور اور عوام کو تنگ نظر بنا رہی تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ محترمہ الکا شنکر کی یہ کتاب بچوں کو یہ معلومات حاصل کرنے کا موقع فراہم کرے گی کہ کیسے ایک شرمیلی لڑکی حوصلہ، عمل اور سمجھداری کے ذریعے تاریخ کی ایک عظیم شخصیت بن گئی۔

نیک خواہشات کے ساتھ

راجیو گاندھی

پیش لفظ

ان کا نام اندرا پریہ درشنی تھا۔ وہ کملا نہرو اور جواہر لال نہرو کی بیٹی تھیں، جو ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم تھے اور جنھیں تم چاچا نہرو کے نام سے جانتے ہو۔ دنیا کے ایسے لیڈر جن کی آنکھوں میں تھا ایک خواب اور بچّوں کے لیے پیار۔

چاچا نہرو نے ہندوستان کے بچّوں کے لیے اپنی محبت ان لفظوں میں ظاہر کی تھی۔ "اگر تم میرے ساتھ ہوتے تو میں خوشی سے اپنی اس خوبصورت دنیا، ان پھولوں، ان پیڑوں، چڑیوں اور جانوروں، ستاروں اور پہاڑوں، برفیلی چٹانوں اور ہمارے آس پاس کی شاندار چیزوں کے بارے میں باتیں کرتا، تم نے یقیناً پرانے زمانے کے قصّے اور پریوں کی کہانیاں سُنی ہوں گی۔ لیکن یہ دنیا اپنے آپ میں ہی تحریر کی گئی اولوالعزمی کی عظیم کہانی ہے۔ ہمارے پاس دیکھنے والی آنکھیں، سننے والے کان اور کھلا ذہن ہونا چاہیے جو دنیا کی خوبصورتی کو پہچان سکے"۔

کیا ہی خوش قسمت تھی اندرا کہ ان کے والد اس طرح کی شاندار اور خوبصورت سوچ کے مالک تھے۔ بچّوں کے لیے بھیجے گئے ایک پیغام میں انھوں نے ایک عظیم شخصیت کی بیٹی ہونے پر ناز کا اظہار کیا۔ "بہت سے بچّے اپنے والدین کے پرستار ہوتے ہیں، لیکن سارے والدین اتنے اچھے نہیں ہوتے جتنے میرے تھے۔ میرے والد ہر چیز میں دلچسپی رکھتے تھے اور اپنی دلچسپی میں دوسرے کو شامل کر کے خوش ہوتے تھے۔ میرے ذہن میں بہت سے سوال اٹھتے رہتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے مجھے دنیا کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں، اس دنیا میں رہنے والے مرد، عورت کے متعلق بتایا اور ان لوگوں کے متعلق جانکاری دی، جنھوں نے ادب اور فن کے ذریعے دنیا کو متاثر کیا۔ انھیں سب سے زیادہ ہمارے شاندار ملک، اس کے قدیم کارنامے اور قابل فخر تاریخ کے متعلق بتانے اور لکھنے میں خوشی حاصل ہوتی

تھی۔ انھوں نے اس کے زوال اور غلامی کے بارے میں بتایا۔ ایک بات جو ان کے دماغ میں سب سے زیادہ رہتی تھی وہ تھی آزادی، صرف ہندوستان کی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کی آزادی"۔

ان کی تعلیمات، ان کی صحبت، فکر، فلسفہ اور نگرانی میں پرورش پاکر اندرا ہمارے ملک کی ایک طاقتور وزیراعظم بنیں۔ انھوں نے تقریباً سترہ برس تک ملک کی قیادت کی اور ہندوستان کو دنیا کے اہم ملکوں کی صف میں لاکر کھڑا کیا۔ انھوں نے دنیا کے ایک شہری ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

اندرا کی المناک موت سے ہندوستان کے لوگوں نے ایک پرکشش اور طاقتور لیڈر کھو دیا۔ اندرا کے لیے اپنے ملک کی ترقی اس کا اتحاد اور طاقت اہم مشن تھا۔ اپنی موت سے ایک دن قبل انھوں نے کہا تھا کہ "اگر میں ملک کی خدمت کرتے ہوئے مر بھی گئی تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے خون کا ہر ایک قطرہ ملک کو ترقی دینے اور اس کو مضبوط و توانا بنانے میں معاون ہو گا"۔

ہمارے وزیراعظم جناب راجیو گاندھی نے اپنی ماں کھوئی۔ وہ اس ناقابل تلافی نقصان میں ملک کے لوگوں کو شریک کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "وہ صرف میری ہی ماں نہیں بلکہ پورے ملک کی ماں تھیں۔ وہ اپنے خون کے آخری قطرے تک ہندوستان کے لوگوں کے لیے کام کرتی رہیں۔ پورا ملک جانتا ہے کہ کتنے خود سپردگی کے جذبے کے ساتھ وہ ملک کی ترقی کے لیے انتھک کوششیں کرتی رہیں۔ تم سبھی جانتے ہو کہ ان کے دل میں متحد، مضبوط اور پرامن ہندوستان کا خواب تھا۔ ایسے ہندوستان کا جہاں ہندوستانی متعدد مذہب، زبان اور سیاسی اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی ایک خاندان کی طرح رہے۔ ایک ایسے ماحول کا جو آپسی اختلافات سے آزاد ہو"۔

آیئے! ہم سبھی ہندوستان کے لوگ کام کرنے کا عہد کریں اور ساتھ مل کر ایک ایسا ملک تعمیر کرنے کی کوشش کریں، جس سے اس عظیم لیڈر کو اپنی زمین پر ناز ہو کہ یہ ہندوستان ہے۔

جاگو ماں جاگو، دوبارہ پیدا ہو اپنی تاریکی سے اور تاروں سے بھی اونچی جگہ سے آئی نئی دلہن کی طرح اپنے بطن سے پیدا کر نئی مایۂ ناز ہستیاں
تیرا مستقبل تجھے صدائیں دے رہا ہے۔
شاندار، فتح عظیم کا اعزاز دینے کے لیے اٹھو،
اے سوئی ہوئی ماں اور تاج پہنو، جو ایک بار گزرے ہوئے ماضی کی ملکہ تھی۔

سروجنی نائیڈو

ابتدائی بچپن

اندرا پریہ درشنی 19رنومبر 1917ء کو الہ آباد کے آنند بھون میں پیدا ہوئی تھیں یہ جگہ تین ندیوں گنگا، جمنا اور سرسوتی کے مقدس سنگم پر واقع ہے۔ الہ آباد کو صرف مذہبی اور تاریخی اعتبار سے ہی خاص اہمیت حاصل نہیں بلکہ اس دور میں یہ شہر شمالی ہندوستان کا اہم ثقافتی و انتظامی مرکز بھی رہا ہے۔ یہی ان کے والد جواہر لال نہرو کا گھر تھا۔

ان کے دادا پنڈت موتی لال نہرو متمول، ممتاز شہری اور الہ آباد ہائی کورٹ کے معروف وکیل تھے۔ ان کی قد آور شخصیت خاندان کے ہر فرد کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ سیاست میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے کے سبب جواہر لال گھر میں زیادہ نہیں رہ پاتے تھے۔ لیکن موتی لال نہرو نے اپنی جوان بہو کملا کو کبھی تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ وہ ان سے اکثر بات چیت کرتے رہتے تھے۔ جب ان کے یہاں بچے کی پیدائش کا وقت آیا تو انھوں نے اپنی بہو کو ان کے میکے دہلی جانے سے منع کیا اور کہا کہ پہلا بچہ آنند بھون کے اندر ہی ہونا چاہیے۔

آنند بھون ایک وسیع لان اور سوئمنگ پول سے آراستہ ایک عالیشان محل جیسی عمارت تھی۔ یہ عمارت نہرو خاندان کی رہائش گاہ تھی۔ اسی گھر میں جواہر لال کی پرورش و پرداخت ہوئی۔ اس گھر کے اندر دور اور نزدیک کی اہم ہستیوں کا آنا جانا رہتا تھا۔ یہ جہاں گشتوں کا پڑاؤ تھا۔ جہاں مختلف ملکوں اور مختلف مکتبہ فکر کے لوگ جیسے کاشتکار، سائنس داں، اہل قلم اور فن کار ایک دوسرے کے ساتھ تبادلۂ خیالات کیا کرتے تھے۔

موتی لال نہرو ہر طرح کی سہولتوں اور بہت سے ملازمین کے ساتھ انگریزی طرز رہائش کے مطابق

رہنے والے ایک عظیم میزبان تھے۔ ان کی اہلیہ سروپ رانی رئیسانہ شان کے ساتھ گرہستی چلاتی تھیں۔ ان کی دونوں بیٹیوں وجے لکشمی اور کرشنا کی پرورش انگریزی نَنوں کی نگرانی میں ہوئی۔ دونوں بہنیں اپنے بھائی جواہر لال سے بہت چھوٹی تھیں۔

یہ تھا ان معزز شخصیتوں کا پس منظر جن کے یہاں اندرا کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس دن آنند بھون کے اندر موتی لال نہرو سب سے زیادہ خوش تھے۔ جب کسی نے ان سے یہ کہا کہ جواہر لال کے یہاں بیٹا پیدا ہونا چاہیے تھا تو موتی لال نے کہا کہ جواہر لال کی یہ بیٹی ہزاروں بیٹوں سے بہتر ثابت ہوگی۔ اندرا پریہ درشنی (دیکھنے میں پیاری، لیکن نہ دکھائی دینے پر اور بھی پیاری لگنے والی۔ جواہر لال) نے اپنے دادا کی یہ پیش گوئی درست ثابت کردی۔ آنے والے وقت میں نہ صرف یہ کہ وہ اپنے والد کے لیے بیٹا بلکہ قریبی دوست، غمگسار اور زندگی کے نشیب و فراز، غم و خوشی کی شریک بن گئی۔

ہماری عظیم شاعرہ اور مجاہد آزادی سروجنی نائیڈو نے اندرا کو دیکھنے کے بعد جواہر لال نہرو کو لکھا تھا "وہ بہت خوددار بچی ہے۔ ایسے بچے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے"۔ وہ جب بھی اسے دیکھتی تھیں تو لکھتی تھیں کہ "یہ بچی ہندوستان کی نئی روح ہے"۔

وہ خوددار بچی ساری سہولتوں اور گھر والوں کے لامحدود پیار و محبت کے سایہ میں پروان چڑھی۔ اندرا نے ہمیشہ یہی کہا کہ پھر بھی وہ بگڑیں نہیں۔ انھوں نے کہا تھا۔ "یہ اور بات ہے کہ ان کے دادا جی ان کی ساری خواہشیں پوری کرتے تھے۔ لیکن وہ یہی مانتے تھے کہ پرورش کرتے وقت سختی برتنی چاہیے۔ ہمارے والدین روزمرہ کے معاملات میں اور سخت بن جاتے تھے"۔

اندرا کو بچپن سے ہی مختلف قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا، جن میں ان کے اپنے خاندان کے لوگ، مہمان، رشتہ دار، اجنبی، ملازمین اور تحریک آزادی سے وابستہ افراد شامل تھے۔ وہ آنے جانے والے لوگوں کی الگ الگ رائیں اور باتیں سنتی تھیں۔

اندرا جن لوگوں کے بہت زیادہ قریب رہیں، ان میں ان کی والدہ کملا بھی ایک تھیں۔ انھیں وہ بے حد پیار کرتی تھیں۔ دوسرے بچوں کی طرح اندرا بھی کہا کرتی تھیں کہ ان کی زندگی میں ان کی والدہ نے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ خاندان کے دوسرے افراد کی طرح کملا انتہائی مضبوط اور خاموش طبع تھیں۔ انھوں نے نوخیز بچی کے اوپر اپنا گہرا اثر ڈالا تھا۔ اندرا بڑے فخر کے ساتھ کہتیں "میری ماں بہت ہی نرم دل خاتون تھیں۔ لیکن وہ ان کے نقطہ نظر سے بہت سخت تھیں۔ اگر وہ کسی بات کا تہیہ کر

لیتیں تو انھیں کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا تھا۔

تاہم اس سختی کے باوجود ان کی ماں نے اپنے اوپر جو سنجیدگی مسلط کی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود اندرا نے اپنی کم سنی سے ہی اپنی والدہ کو ہمیشہ اپنا نگہبان تصوّر کیا۔ ان کے والد بمشکل ہی گھر میں رہ پاتے تھے۔ اندرا سوچتی تھیں کہ ان کی والدہ ڈرپوک ہونے کی وجہ سے خاموش رہتی ہیں۔ وہ کہتیں میں انھیں تہہ دل سے پیار کرتی اور جب مجھے لگتا کہ ان کے ساتھ غلط ہو رہا ہے تو میں ان کے لیے دوسرے لوگوں سے لڑ لیا کرتی تھی۔

خاص لمحوں میں اندرا اپنی والدہ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ کملا ہندو کلاسیکی سے نہ ختم ہونے والی کہانیاں سُناتیں، محبت، فرض ادائیگی حقوق اور جنگ و بہادری کے قصے بیان کرتیں۔ اس سے قدیم علوم اور اس کی اہمیت کے مفہوم کو سمجھنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ کملا نے محسوس کیا کہ اندرا کو ہندی سیکھنی چاہیے اور پھر دھیرے دھیرے انھوں نے ہندوستانی تہذیب کی قدروں سے آگاہ کرلیا۔ یہ انگریز استادوں اور ننوں سے گھرے مکمل مغربی طرز رہائش والے گھر میں کچھ کم غیر متوقع اور مختلف نہیں تھا۔ اوائل عمری میں ہندی سکھانے کی پیش بینی نے آنے والی زندگی میں اندرا کی بہت مدد کی۔ اندرا نے کملا سے شخصی، قومی اور بنی نوع انسان کی آزادی کا مفہوم سیکھا۔ انھوں نے یقین اور خود اعتمادی کی قدر سکھلائی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی سکھایا کہ تم جس کام کو کرو اس کے بارے میں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ٹھیک کر رہے ہو۔ عورت ہونے کی بنیاد پر خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔

اندرا نے اپنی خوشی کے بیشتر اوقات اپنے دادا کے ساتھ گزارے جنھیں وہ پیار سے 'دادو' کہتی تھیں۔ وہ دوسروں کے لیے حاکم کی حیثیت رکھتے تھے۔ جس کمرے میں اور جس جگہ پر رہتے اپنا حکم چلاتے تھے۔ جواہر لال سمیت ہر شخص ان کے غصّے سے ڈرتا تھا۔ لیکن ننھی اندرا کے لیے وہ نرم گفتار بن جاتے۔ حد یہ ہے کہ وہ پلٹ کر جواب دے دیتیں۔ وہ ہمیشہ ان کے متعدی قہقہہ میں شامل ہوتی جو اس عظیم عمارت میں گونجتا۔ وہ ان کے فخریہ انداز سے محبت کرتی تھیں۔ انھوں نے جو کچھ بھی کیا بڑے پیمانے پر کیا۔ اندرا کی دادی سروپ رانی نے بھی اندرا کو لاڈ میں بگاڑا۔ اندرا کو اپنی دادی کے ہمراہ ندی کے کنارے پر واقع مختلف مندروں میں جانا بھی یاد تھا۔ وہ انھیں ڈول اما کہا کرتی تھیں۔ کیوں کہ وہ اپنی ننھی پوتی کے لیے نعمت خانہ جسے ڈول کہتے تھے مٹھائی چھپا کر رکھتی تھیں اور اپنے بیٹے جواہر لال کی مخالفت کے باوجود اندرا کو چھپا کر مٹھائی کھلاتی تھیں۔

اندرا بچپن کی یادوں کو دہراتے ہوئے کہتی ہیں کہ جب پہلی مرتبہ ان کے والد نے عیش و آرام کی زندگی اور اپنی وکالت ترک کر کے گاندھی جی کے ساتھ مل کر کانگریس کی تحریک میں مکمل طور پر شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی تو ان کے دادا سمیت خاندان کے تمام افراد اس کے خلاف تھے۔ صرف ان کی والدہ نے ان کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی جس کے سبب ہی وہ ہمارے خاندان اور جدید ہندوستان کی تاریخ بدلنے والا یہ انتہائی قدم اٹھا سکے۔

انڈین نیشنل کانگریس اصلاً ایک واقف کار اسکاٹ مین ایلن آکٹوین ہیوم کی مرہون ہے جنھوں نے معاشرتی امور پر تبادلہ خیال کرنے کی غرض سے سرکردہ سیاست دانوں کا ایک فورم قائم کیا تھا۔ کانگریس کا پہلا اجلاس 1885ء کو بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔ کلکتہ بار کے ایک ممتاز لیڈر ڈبلیو۔ سی بنرجی نے اس کی صدارت کی تھی۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ کانگریس پورے ملک کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یورپ میں مروج حکومت کی طرز پر حکومت چاہتی ہے جو حکومت برطانیہ سے ہماری مکمل وفاداری کی منافی نہیں ہے۔

کانگریس کا دوسرا اجلاس دادا بھائی نوروجی کی صدارت میں اگلے برس کلکتہ میں منعقد ہوا۔ وہ نیشنلسٹ انڈیا کے لیڈر تھے۔ (وہ برطانوی پارلیمنٹ کے پہلے ہندوستانی رکن منتخب ہوئے) انھوں نے ہندوستان میں غیر برطانوی حکومت اور غربت کے عنوان سے ایک یادگار کتاب تحریر کی۔

اس طرح ہر سال کانگریس کے اجلاس ہوتے گئے اور وطن سے محبت رکھنے والوں، حوصلہ مند سیاست دانوں اور لیڈروں، ممتاز دانشوروں اور ملک کی آزادی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں یقین رکھنے والے وطن پرستوں، حوصلہ مند سیاست دانوں لیڈروں اور ممتاز دانشوروں کی صف بندی ہوتی گئی۔ جن لوگوں نے کانگریس کی صدارت کی ان میں فیروز شاہ مہتہ (1890 کلکتہ) سریندر ناتھ بنرجی (1895۔پونہ) رومیش چندر دت (1899۔ لکھنؤ) گوپال کرشن گوکھلے (1905۔بنارس) راس بہاری گھوس (1908۔مدراس) مدن موہن مالویہ (1909۔ لاہور) سید محمد (1913۔ کراچی) اور اینی بسنٹ (Annie Besant) (1917۔کلکتہ) شامل ہیں۔

بغاوت انگیز تقریر کرنے کے لیے جون 1908ء میں لوک مانیہ تلک کی گرفتاری، ان کے اوپر سنسنی خیز مقدمہ اور ان کو دی گئی چھ ماہ کی جلاوطنی نے ملک گیر سطح پر برہمی اور مظاہروں کا آغاز کر دیا۔ تلک نے عدالت کے اندر کہا تھا۔ "اس سے بھی اوپر ایک طاقت ہے جو افراد اور قوموں کی تقدیر کی حاکم ہے اور

خدا کے فضل سے ہو سکتا ہے کہ یہ کاز جس کی میں نمائندگی کرتا ہوں آزاد رہنے کے مقابلہ، اذیت اٹھانے سے زیادہ فروغ پائے"۔

ایک آئرش خاتون محترمہ بسنٹ (Besant) نے 'ہوم رول لیگ' شروع کرکے بے مثل خطابت کے ساتھ ایک دوسرے طرز کی لیڈر شپ کا اضافہ کیا۔ چند برس گزرنے کے بعد کانگریس نے انتہائی حوصلہ اور ثابت قدمی کے ساتھ آہنی اصلاح کے ذریعے 'سوراج' (اپنی حکومت) کی تحریک شروع کی تلک نے یہ اعلان کیا۔ "آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے اور ہم اس حق کو ضرور حاصل کریں گے"۔ کلکتہ کی اینی بسنٹ کی تقریر یادگار اور پیغمبرانہ تھی۔ انھوں نے کہا تھا ایشیا کا یہ تاباں پُر شکوہ اور لافانی ہندوستان بہت جلد فخر اور خود اعتمادی سے بھرے آزاد ملک کی حیثیت سے دیکھا جائے گا"۔

اس کے بعد گاندھی جی آئے۔ وہ کون تھے؟

موہن داس کرم چند گاندھی 2/اکتوبر 1869ء گجرات کے پوربندر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کرم چند گاندھی پوربندر ریاست کے ایک سینئر آفیسر تھے جو بعد میں وہاں کے دیوان بنے۔ ان کی والدہ پتلی بائی سخت ہندو مذہبی خیال کی خاتون تھیں جنھوں نے طویل برت رکھے۔ گاندھی جی کے الفاظ میں "میری ماں نے میرے اوپر جو نمایاں چھاپ چھوڑی ہے وہ ہے تقدس۔ زہد و ریاضت کی کشش نے گاندھی جی کے اوپر گہرا اثر ڈالا۔ 13 سال کی عمر میں ایک تاجر گھرانے کی لڑکی کستوربا کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی۔

ستمبر 1888ء میں گاندھی جی قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ چلے گئے۔ ان کی زندگی کو متاثر کرنے والوں میں اینی بسنٹ کا یہ قول گاندھی جی کے دل میں گھر کر گیا کہ سچائی سے بڑا کوئی مذہب نہیں ہے۔ سر ایڈون رونالڈ کا کیا ہوا بھگوت گیتا کا ترجمہ گاندھی جی کے لیے ہندوستانی فلسفہ اور علم اخلاقیات کے لیے دروازہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ برطانوی کھلے پن کے نظریہ کی وہ قدر کرتے تھے اس سے کبھی ترک تعلق نہیں کیا۔ 1891ء میں قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ ہندوستان آگئے۔

تھوڑے دنوں پریکٹس کرنے کے بعد اپریل 1893ء میں گاندھی جی جنوبی افریقہ چلے گئے اور ایک ہندوستانی مسلم تاجر اوارے 'دادا عبداللہ اینڈ کمپنی' میں ملازمت کر لی۔ کچھ دن جنوبی افریقہ میں قیام کے بعد گاندھی شرمیلے بیرسٹر سے ایک سنجیدہ لیڈر میں تبدیل ہو گئے۔ ایک جج نے انھیں ہندوستانی صافہ اتارنے کا حکم دیا جسے وہ پہنے ہوئے تھے اس کے خلاف انھوں نے اخبار میں لکھ کر احتجاج کیا۔

انھیں پرٹیوریا جاتے ہوئے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ رکھنے کے باوجود ڈبہ سے زبردستی نکال دیا گیا۔ اس طرح کے توہین نے گاندھی جی کی فکر اور اقدام کو انقلابی بنادیا اور وہ بیس لاکھ افریقی باشندوں اور تقریباپانچ لاکھ سفید فاموں کے بیچ جنوبی افریقہ میں 65 ہزار ہندوستانیوں کے قائد بن گئے۔ انھوں نے مقامی باشندوں اور ہندوستانی مزدوروں کے ساتھ کی جانے والی بد سلوکیوں اور نسلی امتیاز کی بیماری پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بائبل اور رسکن کے مطالعے نے گاندھی جی کے اندر غریبوں اور نچلے طبقات کے ساتھ مزید ہمدردی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ ٹالسٹائی کے قول 'خدا کی بادشاہت تمہارے اندر ہے' نے گاندھی جی کی روحانی تکمیل کر کے انھیں محبت اور سچائی کی انسانی ذہنوں کو جھنجھوڑ دینے والی راہ پر لگاڈالا۔

جنوبی افریقہ کے 20 سالہ قیام نے گاندھی کو عدم تشدد کے اسلحہ کی بھٹی بنادیا۔ جب وہ 19ر جنوری 1915ء کو ہندوستان واپس لوٹے تو وہ ستیہ گرہ کے آتشیں اسلحہ سے لیس تھے۔

قومی منظر نامے پر دیگر افراد کے ساتھ دو عظیم لیڈروں گوپال کرشن گوکھلے اور لوک مانیہ بال گنگادھر تلک کا تسلط تھا۔ ان سے ملاقات کے بعد گاندھی جی نے تلک کو سمندر سے اور گوکھلے کو گنگا سے منسوب کیا۔ گوکھلے کی صلاح پر جنھیں وہ اپنا استاد سمجھتے تھے گاندھی جی نے کچھ دنوں کے لیے خود کو سیاست سے الگ رکھتے ہوئے احمد آباد میں سابر متی ندی کے کنارے پر ایک آشرم قائم کیا۔ جہاں سے وہ آزادی اچھوت کے دستور کا خاتمہ اور پرامن پیش قدمی پر تقریر کرتے، انھوں نے کھادی آزادی وردی اور عدم تشدد کو اپنا مسلک بنلیا۔

گاندھی جی دسمبر 1916ء میں منعقد لکھنؤ اجلاس کے وقت کانگریس کے قریب ہوئے۔ ملک ان کا عقیدت مند ہو گیا۔

ہمارے ملک کی آزادی کے حصول کے سلسلہ میں عدم تشدد اور عدم تعاون کے اوپر کی گئی ان کی تقریر گھر گھر کا نعرہ بن گیا۔ اپنے والد کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جواہر لال نہرو نے اپنی وکالت ترک کر دی اور گاندھی جی کے ساتھ ہو گئے۔ پرامن احتجاج کی صورت میں ستیہ گرہ کا تصور انتہائی تیزی کے ساتھ پورے ملک میں پھیل گیا۔ بشمول الہ آباد متحدہ صوبوں کے کاشتکار زمین مالکوں کے ذریعے ستائے جارہے تھے۔ جواہر لال ان کاشتکاروں کی آواز بن گئے۔ انھوں نے بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرنا شروع کیا۔ بڑی تعداد میں کاشتکار اس تحریک میں شامل ہو گئے۔







(اوپر) ننھی اندرا اپنے والدین
کے ساتھ۔
(اوپر دائیں) اپنی ماں کی گود میں
(دائیں) نہرو خاندان الہٰ آباد میں۔
(کھڑے ہوئے بائیں سے دائیں)
جواہر لال، وجے لکشمی پنڈت، کرشنا،
اندرا اور رنجیت پنڈت
(بیٹھے ہوئے بائیں سے دائیں)
سوروپ رانی، موتی لال نہرو اور کملا





(اوپر سے) احمد آباد کے سابر متی آشرم میں باپو
کے ساتھ۔
(بائیں) 1931 میں سیون کے دورہ کے موقع پر
اپنے والدین کے ساتھ۔